© rasailojaraid.com

روحوں کی شناسائی

سید عزیز الرحمٰن☆

ہر آنے والے کو جانا ہے، لیکن یہ سفر اس قدر سریع اختیار ہوجائے گا، کسے خبر تھی؟ ذوالکفل بخاری بھی چلے گئے۔ یہاں سے چل کر دور دوسرے نگر جا بسے۔ رب تعالیٰ ان کی روح کو شاد کام اور مسرور کرے۔ ہمارے پاس اب دعاؤں اور ان کی یادوں کے سوا کچھ نہیں بچا۔

ذوالکفل بخاری کا نام عرصے سے سنا ہوا تھا، اخبارات میں مضامین اور بعض اوقات تصویریں بھی نظر آجاتی تھیں، گو کہ برادر اکبر سید محمد کفیل بخاری سے ۱۹۹۵ء۔۹۶ء سے یاد اللہ تھی مگر ذوالکفل سے ملاقات عرصے تک نہ ہوسکی۔ دار بنی ہاشم ملتان آنے کا اتفاق ہوجاتا تھا، مگر ذوالکفل سے ملاقات ۲۰۰۱ء میں ہوئی۔ ہاں رابطہ پہلے سے تھا، خصوصاً ۱۹۹۹ء میں جب ششماہی السیرۃ کے اجرا کا ارادہ کیا گیا تو ملک و بیرون ملک کے اہل علم و اہل تحقیق سے رابطہ کیا گیا، ذوالکفل بخاری سے بھی رابطہ ہوا۔ انھوں نے نہ صرف یہ کہ اپنی خاص دل چسپی کا اظہار کیا، تجاویز دیں، مشوروں سے نوازا، بلکہ پروفیسر ظفر احمد سے رابطے کا سبب بھی وہی بنے۔ السیرۃ کے قارئین جانتے ہیں کہ جناب پروفیسر ظفر احمد کا السیرۃ میں حصہ سب اہل قلم سے زیادہ ہے، ۲۲ شماروں میں انیس بیس مضامین کی اقساط شائع ہوچکی ہیں، اگر گزشتہ پچاس ساٹھ برس کی اردو سیرت نگاری کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ پروفیسر ظفر احمد صاحب کا کام سب سے نمایاں، امتیازی اور تخلیقی نوعیت کا ہے۔ اس طرح یہ سلسلۂ سیرت ذوالکفل بخاریؒ کے لیے صدقۂ جاریہ ہے۔

آپ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے نواسے تھے۔ یہ انتساب بجائے خود خاصا وقیع اور زندگی گزارنے کے لیے کافی تھا، مگر تخلیقی کرب رکھنے والی روحیں آسودگی سے زیادہ اظہارِ کرب کی تمنائی ہوتی ہیں۔ ایسوں کو سکون مشقت میں اور اطمینان محنت کے بعد نصیب ہوتا ہے، یہ دو چار کی بات نہیں اہل فن کا صدیوں سے یہی وطیرہ و اسلوب حیات رہا ہے، ذوالکفل کی کیمسٹری بھی اس سنت اللہ سے مختلف نہیں تھی۔ ذوالکفل کی شخصیت کے دو نمایاں حصے تھے، ایک تو نشست آرائی اور انجمن سازی، دوسرے تخلیقی تنہائی، محفل میں دوستوں کے جھرمٹ میں نظر آنے والا ذوالکفل، تحریروں میں بالکل یکہ وتنہا نظر آتا ہے، نہ جانے کیوں؟ کیا یہ بھی انفرادیت کی متلاشی انسانی انا کا کوئی اظہار یا کچھ اور؟ اب یہ سوال کس سے کیا جائے۔ یوں بھی تشنگی انسانی فکر کے ارتقا کا ایک ناگزیر مرحلہ ہے، سو ایک تشنگی اور سہی۔

میں پہلی ملاقات کے احوال سنانے جارہا تھا، ایک بار دارِ بنی ہاشم گیا، جناب کفیل بخاری صاحب سے ملاقات ہوئی، اتنے میں ذوالکفل تشریف لے آئے، پہلی ہی ملاقات میں بلاتمہید گپ شپ شروع ہوگئی۔ حالانکہ عموماً ایسا نہیں ہوتا۔ پہلے تعارف ہوتا ہے، پھر بات چیت شروع ہوتی ہے، بے تکلفی پیدا ہوتی ہے، تب کہیں گپ شپ کی نوبت آتی ہے۔ یہاں پر سب

☆مدیر سہ ماہی السیرۃ کراچی/ مدیر ماہنامہ تعمیرِ افکار کراچی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کچھ نہیں ہوا، شاید یہ مرحلے ملاقات سے پہلے ہی طے ہو چکے تھے، غائبانہ طور پر۔ کفیل بخاری صاحب نے موقع غنیمت سمجھا اور اپنے امور نمٹانے میں مصروف ہو گئے۔

اس وقت گپ شپ شروع ہوئی تو اتنی طول پکڑی کہ وہ نشست کئی گھنٹوں پر محیط ہو گئی۔ سیاست، مذہب، مذہبی سیاست، تحقیق وادب، سیرت، سیرت نگاری کے رجحانات، اسالیب، اہل ادب کی خدمات، شخصیات، تذکرے، لطائف، واقعات سب گفتگو کا حصہ بنتے رہے، اور ذہن کے دریچے وا ہوتے رہے۔ حیرت یہ تھی کہ تحریر میں نہایت مشکل پسند شخصیت رکھنے والا عام گفتگو میں نہایت سادہ اسلوب کا حامل تھا، واضح بات اور دوٹوک موقف، بے لاگ تجزیہ، خصوصاً سیرت پر نئے عناوین سامنے آئے۔

یہ گفتگو کوئی یبوست زدہ مخصوص قسم کی خشک گفتگو نہ تھی۔ اس میں لطائف بھی تھے، اور لطافتیں بھی، چائے آئی تو شکر کا سوال پیش ہوا۔ میں نے ڈاکٹر مفتی محمد مظہر بقاؒ کے حوالے سے کئی لطیفے سنائے۔ خالد اسحاق ایڈووکیٹ اور ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفیؒ کے حوالے سے بھی چینی کے فضائل پر بات کی۔ آخر میں ایک لطیفہ ذوالکفل نے بھی سنایا، کہنے لگے کہ چینی کا مسئلہ بڑا دلچسپ ہے، ایک صاحب سے پوچھا کہ چینی کتنی لیں گے تو بولے کہ ایک چمچہ چھ بار ڈال دیجئے۔ خاص بات یہ تھی کہ پہلی ملاقات پہلی محسوس نہیں ہوئی، ملتے ہی یوں لگا کہ برسوں کی شناسائی ہے، اسے روحوں کی شناسائی کے علاوہ کوئی عنوان نہیں دے سکتا۔

سعودی عرب جانے کے بعد ملاقات کا امکان ویسے ہی کم ہو گیا تھا، مگر جب بھی آتے تو فون پر بات ضرور ہوتی، بلکہ کئی بار ہوتی۔ کراچی آنے کا پروگرام بھی بنتا ہی رہا، ہمیشہ یہی کہتے کہ ان شاء اللہ آئندہ ضرور پروگرام بنائیں گے۔ یہاں کی اہم شخصیت سے ملاقاتوں کا ہمیشہ لالچ دیا، اور وہ لالچ میں آتے بھی، ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی، مولانا سید محبوب حسن واسطی اور پروفیسر علی محسن صدیقی سے ملنے کا اشتیاق بارہا ظاہر کیا، اب تو کشفی صاحب بھی وہیں پہنچ چکے جہاں ذوالکفل اب گئے ہیں۔ وجدان یہ کہتا ہے کہ وہاں ان دونوں کی ملاقات ضرور ہوئی ہوگی، بے نیازی اور ''ساداتیت'' یہ ''دوعلل ہائے معترضہ'' ایسے تھے جو ان دونوں میں مشترک تھے، روحوں کے ملاپ میں اگر قدرِ مشترک کا کوئی کردار ہے تو اس ملاقات میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔

ذوالکفل سے ایک ملاقات، جو آخری ملاقات ٹھہری ان کی گزشتہ سے پیوستہ آمد پاکستان کے موقع پر ملتان میں ہوئی۔ ڈیڑھ دو گھنٹے اکٹھے گزرے، گفتگو تو زیادہ تر اس وقت کے سیاسی وملکی حالات کے گرد گھومتی رہی، مگر ماحول گپ شپ والا ہی رہا۔ کسے معلوم تھا کہ یہ آخری ملاقات ٹھہرے گی۔ اس کے بعد کئی بار فون پر بات ہوئی، آخری بار پاکستان آمد پر بھی فون پر بات ہوئی، حسب سابق ملنے کا پروگرام بھی بنتا رہا، مگر اس دوران نہ میں کراچی سے نکل سکا۔ نہ انھیں ادھر آنے کا موقع ملا۔ پھر واپس سعودی عرب چلے گئے۔ ۱۶/ نومبر ۲۰۰۹ء کو الخیر انٹرنیشنل اسلامک سینٹر لاہور میں ایک روزہ ورک شاپ تھی۔ میں بھی مدعو تھا۔ گفتگو ختم کر کے کھانے پر بیٹھا تو برادرم حافظ نعمان حامد نے اچانک کہا، ذوالکفل صاحب کا پتا چلا؟ دل کی دھڑکن اچانک تیز ہو گئی۔ نہیں کیا ہوا؟ آپ کو نہیں پتا؟ نہیں بھائی ہوا کیا؟ کل روڈ ایکسیڈنٹ میں مکہ مکرمہ میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بوجھل دل کے ساتھ چند لقمے لیے اور واپسی کا پروگرام تبدیل کر کے اگلے روز دارِ بنی ہاشم ملتان پہنچا۔ ذوالکفل مرحوم کے والد ماجد جناب پروفیسر سید محمد وکیل شاہ صاحب، ماموں سسر مولانا سید عطاء المہیمن بخاری اور بھائی سید محمد کفیل بخاری سے تعزیتِ مسنونہ کی۔ رسمِ دنیا میں جکڑے ہم لوگ جانے والوں کے لیے یہی کچھ کر سکتے ہیں۔ رہے نام اللہ کا۔

© rasailojaraid.com